© rasailojaraid.com

محترم جناب پروفیسر محمد سلیمان اظہر ایم اے

انیسویں صدی کی واحد سیاسی جماعت

(مضمون نگار پروفیسر موصوف باذوق اہلِ علم، محقق، تاریخ اور سیرِ رجال پر عالمانہ نظر رکھنے والے ایک فاضل نوجوان ہیں۔ انھوں نے اپنے مضمون "انیسویں صدی کی واحد سیاسی جماعت" کی نشاندہی کرتے ہوئے جو نکات پیش کیے ہیں، قابلِ داد اور نہایت محققانہ ہیں، اس میں بعض پہلو ایسے بھی ابھر آئے ہیں جن سے غیر جانبدار مؤرخ سے زیادہ ایک مخصوص زاویۂ نگاہ کا رنگ جھلکتا ہے، تو یہ دراصل ایک نوجوان قلم کی قدرتی جنبش کا نتیجہ ہے)

آل انڈیا کانگریس ۱۸۸۵ء میں عالمِ وجود میں آئی۔ اس کا بانی ایک انگریز تھا۔ اس کا مقصد آزادی نہیں انگریزوں سے ہندوستانیوں کے اچھے تعلقات قائم کرنا تھا۔ بڑی دیر کے بعد یہ ایک سیاسی جماعت کی صورت میں نمودار ہوئی لیکن اس سیاست کا مقصد استخلاصِ وطن از بیگانگاں بعید لوطن نہیں تھا بلکہ حاکموں کے ہاتھ مضبوط کرتے ہوئے ان کے اقتدار کے دائرے میں ہندوستانیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ مراعات کا حصول تھا۔ بیسویں صدی کے آغاز کے بعد اس کی سیاست کا مقصد استخلاص وطن قرار دیا گیا لیکن اس میں مسلمانوں کی غلامی کا تصور بھی شامل تھا۔

۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ وجود میں آئی لیکن ابتداءً اس کا مقصد بھی استخلاصِ وطن اور مسلمانوں کی آزادی نہ تھا بلکہ کانگریس کو ایک ہندو جماعت تصور کرتے ہوئے مسلمانوں کے لیے مراعات طلبی کا ایک پلیٹ فارم بنایا گیا تھا جبکہ انگریزوں کے اقتدار کو چیلنج کرنا ان کے عزائم میں شامل نہ تھا۔ یہ بات بیسویں صدی کے دوسرے بلکہ تیسرے عشرے میں سنائی دینے لگی کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی آزادی چاہتی ہے اگرچہ باضابطہ اعلان ۱۹۴۰ء میں جا کر ہوا۔

جمعیۃ علمائے ہند، مجلسِ احرار، خاکسار، جمعیۃ علمائے اسلام اور دوسری ہندو تنظیمیں۔ ان دونوں بڑی تنظیموں کے بہت دیر بعد عالمِ وجود میں آئیں۔

اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ کم از کم ۱۹۱۰ء تک برِصغیر میں ان معروف تنظیموں کی طرف سے نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو آزادیٔ وطن کا نعرہ بلند ہوا تھا اور نہ ہی مسلمانوں کی آزادی کا۔

محمڈن لٹریری سوسائٹی جس کے سیکرٹری خان بہادر عبداللطیف تھے انیسویں صدی میں بنائی گئی تھی لیکن اس کا مقصد انگریزوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینا اس کے پروپیگنڈے کی بنیاد تھا۔

سرسید احمد خاں نے بھی کام کیا۔ وہ کام قابلِ قدر بھی ہے۔ اس میں دو قومی نظریے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اگرچہ آزادی کا نام ہنوز زبانوں پر نہیں آیا تھا۔ تاہم انھوں نے تعلیم کے ذریعے سیاسی بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہم سرسید کی مساعیٔ جمیلہ کا اعتراف کرتے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ تاعمر انگریزوں کے وفادار رہے۔

دیوبند اور مظاہر العلوم کے مدارس ۱۸۶۶ء میں بنے۔ ابتداءً نہ تو ان مدارس کو کوئی نمایاں حیثیت حاصل تھی نہ ہی یہ کسی تنظیم کے مدارس تھے۔ طلبا کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ ان کے اساتذہ و بانیان کے عزائم استخلاصِ وطن ابتداءً ہرگز نہ تھے بلکہ ان کی اکثریت انگریز کے سابقہ و حالیہ ملازمین کی تھی۔ جنھیں بقول میاں محمد شفیع ان دنوں کالے پادری سمجھا جاتا تھا (دیکھئے ۱۸۵۷ء از میاں محمد شفیع) نیز بانیان و اکابرینِ دیوبند کے دامن میں شاملی کے اس معرکۂ جہاد کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جس کی حقیقت ''اہل حدیث اور سیاست'' کے مصنف مولانا نذیر احمد رحمانی نے اچھی طرح واضح کر دی ہے۔ بریلویوں کے مجدد و بانی شاہ احمد رضا خان ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتداءً ان کا کوئی سیاسی موقف نہ تھا۔ بعد میں وہ انگریزی مفادات کے پشت پناہ بنے۔ اور ۱۲۹۸ھ میں انھیں انگریز کا مقبوضہ ہندوستان دارالاسلام نظر آ رہا تھا۔ جب مسلم لیگ نے آزادیٔ وطن کی تحریک شروع کی تو اس کی سب سے زیادہ مخالفت مولانا احمد رضا خاں کے پیروکاروں نے کی۔ تفصیل کے لیے ''البوابات السنیہ علی زمعاء سوالات اللیگیہ'' دیکھئے جس میں علمائے احناف کے ایسے فتوے درج ہیں جن کے ذریعے مسلم لیگ سے تعاون و اشتراک ناجائز کہا گیا ہے۔ اس جماعت کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ ۱۹۴۶ء کے بعد بنارس میں ان کی کانفرنس میں مسلم لیگ کی حمایت اور آزادیٔ وطن کی تحریک میں شمولیت کا اعلان کیا گیا۔

مجلسِ احرار، خاکسار اور جمعیۃ علمائے ہند وغیرہ تنظیمیں ۱۹۳۰ء کے گرد و پیش وجود میں آئیں۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ کیا انگریزوں کے قبضہ سے لے کر کم از کم ۱۹۱۰ء تک کوئی ایسی تنظیم اس ہندوستان میں موجود نہیں تھی جس کا مقصد انگریزوں کا اخراج اور اسلامی سلطنت کا قیام بھی ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور وہ اس کے لیے عملی جد و جہد بھی کر رہی ہو۔

سطور بالا میں ہم معروف سیاسی تنظیموں کی تاریخ تشکیل اور ان کے عزائم آپ کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں ۱۹۱۸ء تک کس تنظیم کو آزادی دین و وطن کا علمبردار کہا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی سوال نہیں ہے۔ پوری پون صدی کی تاریخ اس سوال سے وابستہ ہے۔ بتائیں آج کے مسلم لیگی کہ وہ انیسویں صدی کے آغاز سے بیسویں صدی کے آغاز تک کیا کر رہے تھے؟

بتائیں آج کے کانگریسی کہ وہ انیسویں صدی کے آغاز سے بیسویں صدی کے آغاز تک کیا کر رہے تھے؟

بتائیں آج کے خاکسار کہ وہ انیسویں صدی کے آغاز سے بیسویں صدی کی چوتھائی تک کہاں تھے؟

ہمارے احرار فرمائیں کہ اس عرصہ میں وہ کہاں محوِ خواب تھے؟

ہمارے دیوبندی بزرگ ارشاد فرمائیں کہ ۱۸۳۱ء سے لے کر تحریک ریشمی رومال تک آزادی وطن کے لیے انھوں نے کیا کیا ہے؟

اور علمائے بریلی فرمائیں کہ ۱۹۲۰ء تک ان کی کون سی تنظیم حصولِ آزادی کی خاطر مصروفِ کار تھی۔

قارئین کرام! اب آپ ہی فرمائیں کہ جن دنوں آزادی کی تحریک کے بزعم خود یہ تمام علمبردار حجروں اور خانقاہوں میں محوِ خواب تھے یا انگریزی اقتدار کے لیے مضبوطی کا باعث بنے ہوئے تھے۔ کیا انگریز یہاں اطمینان سے حکومت کر رہا تھا؟ اگر آپ کے پاس ہنٹر کی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" ہو اور ہندوستان سے متعلق انگریز افسروں اور جرنیلوں کی دیگر کتب دربارۂ ہندوستان موجود ہوں تو آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ آپ کہیں گے کہ جب تک یہ دعویدار میدان میں نہیں آئے تھے انگریز ایک لمحے کے لیے بھی اطمینان کی نیند نہیں سو سکا۔ اسے ہر آن بنگال و بہار، روہیل کھنڈ میں شورشوں کے پشت پناہوں کی تلاش رہی۔ اسے ہر آن سرحد یاغستان میں مجاہدین کے خلاف لڑنے والی انگریز سپاہ کے نقصان جان و مال کی خبریں پریشان رکھتیں۔ کیا یہ وہی لوگ تو نہیں ہیں جن سے کالا پانی آباد تھا؟ کیا یہ وہی لوگ تو نہیں ہیں جن کے کیمپ ستھانہ، اسمست، چمرقند اور بالاکوٹ میں تھے؟ کیا یہ وہی لوگ تو نہیں ہیں جن کی جائیدادیں ضبط ہو رہی تھیں؟ کیا یہ وہی لوگ تو نہیں ہیں جن کے ہاتھوں میں جرمِ حصولِ آزادی کی خاطر کیل ٹھونکے جا رہے تھے؟ کیا یہ وہی لوگ تو نہیں ہیں جن کی پیشانیاں داغی جا رہی تھیں۔ کیا یہ وہی منصوروں کا قبیلہ تو نہیں ہے جو سر دار پھانسی کو شہادت سمجھ کر ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے؟ قارئین! کیا یہ وہی لوگ تو نہیں ہیں جنھیں انگریز اور ان کے حاشیہ نشین وہابی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہہ کر باغیوں میں شمار کر رہے تھے؟ قارئین کیا یہ وہی لوگ تو نہیں ہیں جنھیں اس وقت کے حاشیہ بردارانِ سلطنتِ انگلیشیہ آج انگریزوں کا ایجنٹ کہنے پر مصر ہیں؟

کوئی بتائے اس طویل دور میں ان لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا بھی آزادی اور مسلم مملکت کا نام لیتا تھا۔ کوئی دیگر تنظیم ان مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں تھی۔ تاریخ پر کس قدر ظلم ہے کہ اس طویل دور میں موجود واحد سیاسی اور مجاہدانہ جماعت کے متعلق آج یہ کہا جاتا ہے کہ نہ تو اس کا تحریکِ آزادی میں کوئی حصہ ہے اور نہ انھیں سیاست سے کوئی سروکار تھا۔ خدارا بتاؤ کہ اگر یہ لوگ اس وقت میدانِ سیاست میں نہ تھے تو کیا وہ تنظیمیں سیاسی تھیں جو ابھی "ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا" کے زمرے میں تھیں ـــ اور جہاں تک علوم اسلامیہ کا تعلق ہے برصغیر میں ان کی تجدید و احیاء سراسر وہابیوں کا کارنامہ ہے۔

ابوالکلام آزاد کا تذکرہ پڑھیے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ عہد مغلیہ تک کے مسلم ہند میں علومِ اسلامیہ کی بے چارگی کی کیا کیفیت تھی۔ بطور مثال ہم آپ کے سامنے ایک مناظرے کی روئیداد پیش کرتے ہیں جو اپنے عہد کے سب سے بڑے صوفی اور سب سے بڑے فقیہ کے مابین بادشاہِ وقت کی موجودگی میں ہوا۔ سنیے!

"چنانچہ پنجاہ و سہ دانش مند کہ ہر یک خود را سرآمد روزگار می دانستند و ہمہ در مسئلہ سماع و سرود با شیخ نظام الدین اولیاء منازعت داشتند جہت بحث حاضر شدند۔ مولانا فخر الدین رازی کہ از مریدانِ شیخ بود دوم از اجتہاد می زد بادشاہ گفت دو کس را کہ از ہمہ عالم تر باشند ازیں جماعت انتخاب کردہ تا با ما بحث کنند۔ الغرض بادشاہ قاضی رکن الدین ابوالحی را کہ حاکم شہر بود بعداوتِ شیخ تفاخر داشت بہ بحث اشارت کرد۔ گفت اے شیخ در بابتِ سرود و سماع چہ حجت داری۔ شیخ بحدیث نبوی السماع لاہلہ متمسک گشت۔ قاضی گفت ترا با حدیث چہ کار۔ تو مرد مقلدی روایتے از ابوحنیفہ بیار بمعرض قبول افتد۔ شیخ گفت سبحان! من حدیثِ صحیح مصطفوی نقل مے کنم و تو از من روایتِ ابوحنیفہ می خواہی۔ شنائد کہ ترا رعونتِ حکومت برسر میدارد۔ ان شاء اللہ زود ازیں عہدہ معزول شوی کہ زیادہ با دوستانِ خدا بے ادبی مے کنی۔ و بادشاہ چوں حدیث پیغمبر شنید متفکر شدہ ہیچ نہ گفت۔" (گلشن براہیمی المعروف تاریخ فرشتہ از منشی محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۹۷ مطبوعہ نولکشور ۱۲۸۱ھ)

اس مناظرے سے آپ علماء و صوفیاء کے مبلغ علم کے متعلق اندازہ فرما سکتے ہیں کہ ایک تو امام غزالی کے مقولے کو صحیح حدیث کے طور پر پیش اور قبول کیا گیا ہے جو علمِ حدیث سے تہی دستی کا ثبوت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور پھر مزعومہ حدیثِ پیغمبرؐ کے بالمقابل قولِ امام طلب کیا گیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے قرآن و حدیث کی مقدور بھر خدمت کی۔ لیکن ان کا دائرہ اثر بہت محدود تھا۔ پھر ان کے کام کی اشاعت جس سے لوگ وسیع پیمانے پر مستفید ہو سکیں نہ ان کے دور میں ہو سکی، نہ ان کے بیٹوں کے دور میں۔ جو کچھ انھوں نے حلقۂ خواص میں کیا تھا اگرچہ وہ بھی محدود تھا تاہم اسے بھی منظرِ عام پر لانے کی سعادت مجاہدین ہی کو حاصل ہوئی۔ جیسا کہ "تذکرہ صادقہ" میں لکھا ہے کہ اس خاندان کے تراجمِ قرآن سب سے پہلے مولانا ولایت علی نے شائع کروائے تھے اور حجۃ اللہ سب سے پہلے ریاست بھوپال کی جانب سے طبع ہوئی۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے دور تک یہ حالت تھی کہ ان کے حلقۂ درس میں بخاری شریف کے صرف دو نسخے تھے اور اگر کبھی شاہ صاحب کو "فتح الباری" دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو شاہی قلعہ کے کتب خانہ میں جانا پڑتا اور مجاہدین کے ایک فرد نواب صدیق حسن خاں (جن کی معزولی کا ایک سبب، جماعت مجاہدین کی اعانت تھا) نے یہی فتح الباری طبع کروا کے مفت تقسیم فرما دی تھی۔

کہاں یہ حالت تھی کہ ہدایہ پڑھانے والے کے گھر پر جھنڈا لہراتا تھا اور کہاں بقول سید نذیر حسین محدثؒ کہ میں نے اسی ہدایہ کو کریا ما مقیماں بنا دیا ہے۔

اسی تحریک کے آدمیوں نے یا ان کے متعلقین نے قرآن کریم کے تراجم و تفاسیر لکھ کر شائع کرنے شروع کیے۔ انھیں لوگوں نے اول اول شروح حدیث لکھیں (اور پھر ان کی دیکھا دیکھی علمائے احناف اس میدان میں آئے) انہی لوگوں نے سب سے پہلے کتبِ حدیث کے اردو تراجم کیے اور عوام تک ارشاداتِ پیغمبرؐ کو پہنچایا۔

یہ لوگ یعنی تحریکِ مجاہدین سے وابستہ افراد کم و بیش سب کے سب اہل حدیث تھے۔ (احناف ابتدا میں ساتھ ملے، لیکن پھر جہاد کو بھاری پتھر سمجھ کر پیچھے ہٹ گئے تھے)

معاندین نے یہ تاثر دینا چاہا کہ فقہ پر مقلدین کی اجارہ داری ہے اور اہلحدیث نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کیا۔ لیکن جیسا وقیع کام اہل حدیث نے فقہ کے میدان میں کیا خود احناف بھی نہ کر سکے۔ مثلاً "فتاوی عالمگیری و ہدایہ" کا اردو ترجمہ مولانا سید امیر علی ملیح آبادی نے کیا جو حضرت شیخ الکلؒ کے تلمیذ تھے۔ آپ کے دوسرے تلامذہ نے بھی ہدایہ پر کافی کام کیا۔ خود سید نذیر حسینؒ کو فتاوی عالمگیری جیسی ضخیم کتاب حفظ تھی۔ کسی دیوبندی یا بریلوی کو ان کی یہ اپنی کتاب کبھی حفظ ہوئی ہے؟ اور ہدایہؒ کے متعلق آپ نے مکہ میں تمام علماء کو چیلنج کیا تھا کہ ہدایہ کو سمجھنے اور سمجھانے کا مقابلہ کر دیکھو۔ تمام علماء بمع حاجی امداد اللہؒ، و مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی اس چیلنج پر خاموش ہو کر رہ گئے۔

© rasailojaraid.com

محرم الحرام